42

اتفاق واتحاد انعامِ الٰہی ہے اِس کی قدر کرو

(فرمودہ ۲۳؍مئی ۱۹۱۹ء)

حضور انور نے تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد آیت کریمہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْہَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ۔ (آل عمران: ۱۰۴)
تلاوت کی اور فرمایا:۔

انسانوں کا اتفاق واتحاد ایک ایسی ضروری چیز ہے کہ دنیا کی تمام قومیں اور مذاہب اس کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر باوجود ضرورت کے تسلیم کرنے کے ہر قوم اور ہر جماعت اور ہر فرقہ میں تفرقہ و شقاق پایا جاتا ہے۔ ضرورت تو اس کی اتنی ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اور کوئی فرقہ اس کی ضرورت سے انکار نہیں کرسکتا۔ مگر عملاً دیکھتے ہیں۔ تو کوئی فرقہ ایسا نظر نہیں آتا جس میں وہ اتفاق کامل نظر آتے جس پر انسان کی ترقی کا مدار ہے۔ یہ سچ ہے کہ بعض میں کم ہے۔ اور بعض میں زیادہ۔ مگر اپنی اصلی شکل میں کم سے کم اس وقت تو کہیں نظر نہیں آتا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتفاق واتحاد کی بنا ایسے نازک اصول پر ہے۔ کہ جنکی نگہداشت بہت مشکل ہے۔

کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی ضرورت کے سب قائل ہیں۔ اور مانتے ہیں کہ اس کے بغیر کامیابی نہیں ہوسکتی۔ اور خواہش رکھتے ہیں کہ آپس میں اتفاق ہو۔ اور ہر قوم کے سمجھدار اس کے حاصل کرنے میں لگے ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی نااتفاقی پائی جاتی ہے۔ پس ان تمام باتوں کے باوجود اتفاق کا نہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ اس کی بنیاد بہت نازک اصول پر ہے۔ اور انسان پر مشکل ہے کہ ان کی پوری نگہداشت کرسکے۔

اب جبکہ واقعات اور دلائل سے ثابت ہوگیا کہ اتفاق واتحاد کے اصول کی بنیاد نازک ہے۔

توہمیں ان کے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔کیونکہ جتنی نازک اور باریک بات ہوتی ہے۔اسی قدر اس کے سمجھنے کے لیے دماغ زیادہ خرچ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔پس یاد رکھنا چاہیئے کہ اتفاق واتحاد کا نہ ہونا مایوسی نہیں پیدا کر سکتا۔کہ یہ حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی پیدائش میں اتفاق واتحاد رکھا گیا ہے اور انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے کا محتاج ہوتا ہے۔جانوروں میں یہ بات نہیں ہوتی۔ان میں ایک نر اور ایک مادہ ہو تو انھیں تیسرے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن انسان کی ضروریات اس قسم کی ہیں۔کہ یہ پوری نہیں کر سکتا جب تک اوروں کی مدد اس کے شامل حال نہ ہو۔اسی وجہ سے انسان اکٹھے شہروں اور قصبوں میں رہتے ہیں۔سڑکیں نکالتے اور راستے بناتے ہیں۔کہ آسانی سے چل سکیں۔مگر جانوروں میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ وہ بھی سڑکیں تعمیر کریں۔مدینہ شہر کو اسی لیے کہتے ہیں کہ وہاں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے۔اور تمدن اسی میں سے نکلا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں۔کہ وہ اُصول جن کے ماتحت لوگ آپس میں سلوک کرتے ہیں۔

تو انسان کا مدنی الطبع بنانا ہی بتلاتا ہے کہ اس کے لیے اتفاق کی بہت ضرورت ہے۔اور اس وقت لوگوں میں اتفاق کا نہ ہونا یہ ثابت نہیں کرتا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔کیونکہ یہ بھی ایسی چیزوں میں سے ہے جن کا ہونا انسان کے لیے لازمی ہے۔اور جب اس کا ہونا لازمی ہے۔تو ضروری ہے۔کہ خدا نے اس کے لیے سامان بھی پیدا کئے ہوں۔مثلاً چونکہ خدا نے آنکھ بنائی ہے اور آنکھ میں دیکھنے کی قوت رکھی ہے۔اس لیے سُورج کو پیدا کیا ہے۔اور وہ مناظر پیدا کئے ہیں جن کو آنکھ دیکھتی ہے۔لیکن اگر انسان کو آنکھیں نہ دی جاتیں تو کچھ بھی نہ ہوتا۔اسی طرح کان ہیں۔ان کے لیے آواز پیدا کی ہے۔ہوا پیدا کی ہے۔جس سے ایک کی آواز دوسرے کو پہنچتی ہے۔پھر خیالات پیدا کئے ہیں اور کچھ اشارات بنائے ہیں۔جن سے وہ آپس میں افہام تفہیم کر سکیں۔پھر دماغ پیدا کیا ہے جس کے ذریعہ سے وہ ان اشارات کو سمجھ سکیں اگر دماغ نہ ہوتا تو یہ تمام اشارے۔اور زبان اور بیان لغو ٹھہرتے۔پس اسی طرح اتفاق ہے کہ اس کی ضرورت کو سب تسلیم کرتے ہیں اور ہر ایک میں اس کی احتیاج پائی جاتی ہے اس لیے اس کا ہونا ناممکن نہیں۔اس کے ہونے کے سامان ہیں۔مگر بہت نازک۔پس اگر یہ نہ ہو تو مایوسی کی کوئی بات نہیں۔مگر اس کے حاصل کرنے کے اسباب اور اُصول کی تلاش کرنا چاہیئے۔کیونکہ اگر ان کو تلاش نہیں کیا جائیگا۔تو پھر یہ حاصل نہیں ہو سکتا۔پھر اگر غلط اُصول پر چلا جائیگا۔تو بھی کامیابی نہیں ہوگی۔مگر غلط اُصول پر چل کر کامیابی کے نہ ہونے سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اتفاق ہو ہی نہیں سکتا۔کیونکہ ہر ایک چیز کے حصول کے لیے جو طریق ہیں جب تک ان پر عمل نہ کیا جاتے اس وقت تک کسی

امر میں بھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اور غلط طریق پر چل کر کوئی مقصد حاصل نہ ہونے سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حاصل ہی نہیں ہوا کرتا۔ یا اب حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کوئی شخص ایسا نہیں جس کے پاؤں میں آنکھیں ہوں یا کھوپڑی پر کان ہوں۔ مگر اس سے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ پاؤں میں آنکھیں۔ اور کھوپڑی پر کان نہیں۔ اس لیے ان کی ضرورت ہی نہیں۔ اور ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ جہاں جہاں یہ موزوں تھے وہیں لگا دیئے گئے۔ اور ان سے کام لینے کے سامان پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ آنکھیں پاؤں میں اور کان کھوپڑی پر لگاتے جاتے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جس چیز کی ضرورت تھی۔ اس کو پورا کیا گیا ہے یا نہیں۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ تو ضرور پیدا کی ہیں۔ پس اسی طرح چونکہ اتفاق و اتحاد انسانوں کے لیے ضروری بنایا گیا ہے۔ اس لیے ناممکن ہے کہ اس کے حاصل کرنے کے ذرائع نہ رکھے ہوں۔ ضرور رکھے ہیں۔ مگر ان کے تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب اتفاق کی ضرورت بھی ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لیے کوشش بھی ہوتی ہے۔ تو یہ حاصل کیوں نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہی ہے کہ ان سامانوں سے کام نہیں لیا جاتا۔ جو اس کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر ان سامانوں سے کام لیا جائے تو ممکن نہیں کہ اتفاق و اتحاد نہ ہو۔ اس کے متعلق سوال ہو سکتا ہے کہ وہ کیا سامان ہیں سو یاد رکھنا چاہیئے کہ مختلف مذاہب کے لیے مختلف ذرائع ہیں۔ مگر اسلام میں اتفاق کا ذریعہ دین واحد پر جمع ہونا ہے۔ اور لوگوں کے لیے اور ذرائع ہونگے۔ مگر مسلمانوں کے لیے بجز اسلام کے اور کوئی نہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا۔ کہ اللہ کے رسے کو مضبوط پکڑ لو اور اختلاف نہ کرو۔ دوسری قومیں ظاہری سامانوں سے اتفاق کر سکتی ہیں۔ مگر اسلام میں اتفاق کا ذریعہ صرف ایک ہی ہے کہ حبل اللہ کو پکڑا جاتے! اور حبل اللہ کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔ اسلام کیا ہے؟ وہ جو انبیاء احکام دیتے ہیں پس انبیاء بھی حبل اللہ ہیں۔ رسولِ کریمؐ حبل اللہ ہیں اور مسیح موعود حبل اللہ ہیں۔ قرآن کریم حبل اللہ ہے انکو پکڑے بغیر اتفاق نہیں ہو سکتا۔

پس اگر اتفاق ہو سکتا ہے۔ تو اسی طرح کہ اسلام کو مضبوط پکڑا جائے۔ اور اسلام محض نماز روزے کا نام نہیں۔ بلکہ اسلام نام ہے اخلاق کے ان اُصول کا جن پر چل کر اتفاق و آشتی پیدا ہو اور نااتفاقی دُور ہو۔ اسلام کوئی ٹونا ٹوٹکا نہیں کہ بس ادھر اسلام کا نام لیا اور ادھر اتفاق و اتحاد پیدا ہو گیا۔ جیسا کہ عوام جہلاء میں مشہور ہے کہ پیپل کے درخت کے گرد سات چکر کچے دھاگے کے ساتھ لگاتے جائیں تو فلاں

بات ہو جائیگی۔ بلکہ اسلام ایسے قاعدے اور اُصول بتاتا ہے کہ جن پر عمل کرنے سے اتفاق حاصل ہو سکتا ہے اور اس کے پکڑنے کے یہ معنی ہیں کہ ان اخلاق و اطوار کو اپنے اندر پیدا کیا جائے۔ جو اسلام نے تعلیم دیئے ہیں اور جو اس طرح اسلام کو پکڑے گا وہ کبھی نااتفاقی کی بات نہیں کر سکتا۔

اس کے لیے صحابہ کی مثال موجود ہے۔ ان میں جھگڑے ہوتے تھے۔ مگر نااتفاقی کرنے والے نہیں بلکہ آپس کے اتفاق و اتحاد کو اور مضبوط کرنے والے ہوتے تھے۔ مثلاً جس کا مال ہوتا۔ وہ تو کہتا ہے کہ میرا مال تھوڑی قیمت کا ہے، لیکن خریدار کہتا ہے۔ نہیں زیادہ قیمت کا ہے۔ اس طرح لینے والا کہتا ہے۔ کہ میں کم لُونگا۔ مگر دینے والا کہتا ہے۔ نہیں میں زیادہ دونگا۔ یہ ان کے جھگڑے کی مثال ہے۔ مگر اب لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر دس روپیہ کی چیز ہو تو بیس روپیہ کی بتائیں گے۔ اور خریدار پانچ ہی کی بتائیگا۔ اور دونوں جھوٹ بولیں گے۔ پس اگر اسلام پر عمل ہو تو اتفاق و اتحاد کی بنیادیں مضبوط ہو سکتی ہیں۔

اس لیے فرمایا کہ پہلے تم لوگوں میں کتنا تفرقہ تھا، لیکن پھر اسلام کے ذریعہ تم میں اتفاق و اتحاد پیدا کرا دیا۔ تم لڑتے جھگڑتے تھے تمہیں لڑائی سے بچایا۔ تم ذلیل و حقیر تھے۔ تمہیں عزت دی۔ پس اگر ایسی بابرکت چیز کی قدر نہ کرو گے تو کتنے افسوس کی بات ہوگی۔ غور کرو کہ ایک چیز عنقا کی طرح لاپتہ ہو مگر خدا کے فضل سے کسی کے ہاتھ آجائے اور وہ لاپرواہی سے اس کو ضائع کر دے تو اس سے بڑھ کر مجرم کون ہو سکتا ہے۔ یہ پُرانے زمانہ کی باتیں نہیں کہ فلاں قوم میں اتفاق پیدا ہو گیا تھا۔ اب بھی ہو سکتا ہے۔ اور میں اپنی جماعت کو متوجہ کرتا ہوں۔ ایک وقت تھا کہ ہم میں کوئی اتفاق و اتحاد نہ تھا۔ کوئی کہیں کا تھا کوئی کہیں کا۔ کسی کا کوئی مشرب تھا۔ اور کسی کا کوئی۔ مگر خدا نے اپنے نبی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہم میں اتحاد و اتفاق پیدا کیا، لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جو اس کی پروا نہیں کرتے۔ اتفاق جو ایسی قیمتی چیز ہے اور جو خدا نے مسیح موعود کے ذریعہ دی ہے۔ نادان کوشش کرتے ہیں کہ اس کو کھو دیں حالانکہ وہ نہیں جانتے۔ کہ یہ وہ چیز ہے کہ جو دُنیا کو کوشش سے بھی نہیں ملتی۔ مگر انہیں خدا نے بغیر محنت و کوشش کے محض اپنے فضل سے مفت عطا کر دی ہے۔

میں خاص طور پر اپنی جماعت کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ اس کام کو جس پر انہیں لگایا گیا ہے کوشش سے انجام دے۔ بعض لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے احساسات کا خیال نہیں رکھتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑھا چڑھا کر کہتے ہیں۔ افسر ماتحت کو ذلیل خیال کرتے ہیں۔ اور ان کے جذبات کا خیال نہیں رکھتے۔ اور ماتحت افسروں کو تنگ کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ جس ترقی کی طرف بلائے جا رہے ہیں۔ وہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ وہ یاد رکھیں کہ عزت د

کامیابی اپنی باتوں میں نہیں۔ بلکہ اسلام پر عمل کرنے سے ہے۔ پس چھوٹی چھوٹی قربانیاں کرو۔ کیونکہ اگر نہیں کروگے۔ تو بہت بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑیں گی۔ تم نے قوموں کے حالات کو دیکھا ہے اور پھر تم نے مسلمانوں کی حالت کو بھی خوب دیکھا ہے۔ تم انھیں میں سے ہو۔ دیکھو جب ان میں بادشاہت تھی تو ایک دوسرے کے متعلق یہ خیال کرکے کہ وہ اہل نہیں۔ اور میں بادشاہت کا اہل ہوں۔ اس کے گرانے کی کوشش کرتا تھا۔ اور ایک قاضی یا ایک وزیر یا ایک کمانڈر انچیف دوسرے کے خلاف کوشش کرتے تھے۔ جتھے بناتے تھے ان کو صرف رسوخ کی خواہش ہوتی تھی۔ ورنہ یوں وہ بڑے مالدار ہوتے تھے پس وہ اتنی چھوٹی سی قربانی نہیں کر سکتے تھے مگر آج دیکھ لو ان کی کوئی حکومت نہ رہی۔ کیونکہ اُنھوں نے اپنی اغراض کو مقدم کیا۔ اور صرف رسوخ کے لیے جماعت میں تفرقہ ڈالا۔ اب ہندوؤں کی حکومتیں ہیں دیکھ لو۔ بُدھوں کی خود مختار سلطنت چین میں ہے۔ جاپان میں ہے۔ مگر مسلمانوں کی ایک بھی خود مختار سلطنت نہیں۔ ترکی تھی۔ وہ جا چکی ہے۔ افغانستان میں باقی تھی وہ اب جائے گی۔ ایران کی ایسی ذلیل حالت ہے کہ وہ معمولی سوداگروں سے بھی گیا گذرا ہے۔ اس کو ۱۵ لاکھ روپیہ قرض کی ضرورت تھی جس کے لیے ضامن طلب کیا جاتا تھا۔ آج بمبئی میں ایسے ایسے تاجر ہیں۔ کہ اگر وہ چاہیں تو ان کی ذات پر بھروسہ کرکے لوگ ۵۰ - ۵۰ لاکھ روپیہ دینے کے لیے تیار ہیں۔ ابھی ہماری سرکار برطانیہ کو جنگ کے دوران میں ضرورت پڑی سرسہ کے ایک سیٹھ نے ایک کروڑ دس لاکھ روپیہ قرضہ دیدیا۔ مگر اس کے مقابلہ میں ایران کی سلطنت ہے کہ ۱۵ لاکھ روپیہ قرض مانگتی ہے۔ تو اس سے ضامن مانگا جاتا ہے۔ سوداگروں کی اس سے بڑی ساکھ ہے۔ مگر اس مسلمانوں کی سلطنت کی نہیں۔ یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ اُنھوں نے وقت پر چھوٹی قربانیاں نہ کیں تو اب ان کا یہ حشر ہوا۔

پس اخلاق سیکھو چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑنا چھوڑ دو۔ اتفاق و اتحاد کیسے پیدا ہو سکتا ہے جبکہ تم ایک شخص پر تلوار چلاؤ۔ اور پھر توقع رکھو کہ وہ تمہارا بھائی بنا رہیگا۔ ایک شخص تمہارے پاس آتے۔ اور تم اس کو ذلیل خیال کرو۔ تو وہ کب تم سے محبت کر سکتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے۔ کہ انسان ذلیل کرنیوالے اور تکلیف پہنچانے والے سے محبت نہیں کر سکتا۔ جب تک تم دوسرے کے آگے محبت سے نہیں جُھکوگے۔ اور اخلاق فاضلہ سے پیش نہیں آؤگے۔ اور دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف نہیں خیال کروگے۔ اتفاق پیدا نہیں ہو سکتا۔ ایک شخص محبت سے بات کرنے اور خندہ پیشانی سے ملنے یا کسی دوسرے بھائی کو فائدہ پہنچتا ہو اس سے گریز کرے۔ تو اس سے کیسے محبت ہو سکتی ہے اس

میں تومفت کرم داشتن ہے۔ اگران باتوں کی پروانہیں کرو گے تو وہ اتفاق واتحاد جو خدا کے فضل سے پیدا ہوگیا ہے ضائع ہوجائیگا۔ اب تمہاری چھوٹی سی قربانی بڑے بڑے فوائد پیدا کرسکتی ہے۔ تم اب اسلام کا مرکزی پتھر ہو۔ اگر تم کج ہوگے تو آئندہ نسلیں بہت ہی کج ہونگی۔ اور ساری عمارت ہی ٹیڑھی ہوجائیگی۔ اس لیے چھوٹی کجی کو بھی چھوٹا نہ سمجھو۔ تم اپنے اخلاق کو درست بناؤ، تم اپنے بھائیوں سے محبت سے پیش آؤ اور کسی بھائی کی خاطر اگر تکلیف برداشت کرنا پڑے تو کرو، اگر تم ایسے ہوگے تو آئندہ تمہاری مثال اختیار کی جائیگی۔ ورنہ آئندہ تم لوگوں کے لیے ابتلاء کا باعث ہوگے اگر تمہاری حالت خراب ہوگئی۔ تو لوگ تمہارا ہی نمونہ پکڑیں گے۔ کیونکہ تم پہلوں اور پچھلوں کے درمیان حائل ہو گئے ہو۔ اگر تمہاری حالت اچھی ہوئی اور تمہارے نمونے عمدہ ہوتے تو تم مبارک ہو۔ اور اگر تمہاری حالت اچھی نہ ہوئی تو تمہاری گندی مثالوں سے لوگ خراب ہونگے۔ پس اپنے اخلاق درست کرو اور اسلام کے لیے ایک بے نقص بنیادی پتھر رکھو۔ تاکہ تمہارے ذریعہ جو اسلام کی عمارت تیار ہو اس میں داخل ہوکر لوگ نجات حاصل کریں اور ہلاکتوں سے بچیں۔ تمہارے اخلاق ایک دوسرے کے لیے ابتلاء کا باعث نہ ہوں۔ بلکہ بھلائی کا موجب ہوں۔ اور تمہارے اعمال سے لوگ ابتلاء میں نہ پڑیں۔ بلکہ تمہارے اعمال سے لوگ مثال پکڑیں۔ آمین ؛

(الفضل ۳۱ مئی ۱۹۱۹ء)